

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (سے)

رجسٹرڈ نمبر ال ۸۹

پروفیسر محمد سہیل صاحب ایم اے } ایڈیٹر انچیف
علک وارث روڈ - لاہور

پادری غلام مسیح صاحب } اسسٹنٹ ایڈیٹر
بیکلوڈ روڈ - لاہور

پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب } مینجر
ایم - اے - ایمپرس روڈ - لاہور

خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام مینجر صاحب ہونا چاہئے۔ تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کر کے بنام ایڈیٹر ارسال فرماکر مشکور فرمائیں۔

نورافشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۵۴	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء	نمبر ۵

کفایت شعاری اور ٹمپرنس

ذیل میں ہم مسیحی جماعت کی قابل فخر خاتون مس مرسی احمد شاہ صاحبہ بی۔ اے کا ایک نہایت نادر اور عالمانہ و فاضلانہ مضمون اوراق نورافشاں کی زیب و زینت بناتے ہیں۔ آپ نے اس مضمون میں ہموطنوں کی ہزاروں مشکلوں کی ایک اچھوت مشکل کو ایسی وسیع اور باریک بینی سے حل کرنے کی کوشش فرمائی ہے جو ہمارے زمانہ کے چوٹی کے علماء و فضلاء کی نظر میں نہیں آئی۔ پھر آپ نے اپنے اچھوت مضمون کو اور اس کے متعلق اپنے تمام خیالات کو ایسی سادہ عبارت میں ادا کیا ہے کہ جسے بچے بھی آسانی سے سمجھ جائیں۔ "کفایت شعاری اور ٹمپرنس" پر جو کچھ آپ نے سپرد قلم کیا ہے وہ ہر معنا میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے ہمیں قوی امید ہے کہ ناظرین کرام اس کے مطالعہ سے فیض کثیر حاصل کرینگے۔ ایڈیٹر

ہندوستان کے لوگ غریب اور تنگ حال ہیں۔ ۹۰ فی صدی قرضدار ہیں۔ کروڑوں جنکو کافی خوراک بھی نہیں ملتی۔ ملک میں تجارت نہیں۔ دستکاری ہنر پیشہ نہیں۔ جو ہیں بھی وہ جلد مرتے جاتے ہیں۔ اس بدحالی اور غریبی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ یہاں کے لوگ کفایت شعار نہیں ہیں۔ جو روپیہ ملتا ہے یا تو کھا پی لیتے ہیں یا ایسی فضول خرچیوں میں استعمال کرتے ہیں جن سے نفع نہیں ہوتا۔ ہم یہی سمجھیں کہ ملک میں بالکل روپیہ نہیں۔ روپیہ تو بہت ہے لیکن اس کا استعمال کفایت شعاری سے نہیں ہوتا یا تو وہ دبا کر رکھا جاتا ہے یا زیورات پر استعمال ہوتا ہے یا ادر ظاہر داریوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔

جو ملک دولتمند ہیں وہاں کے لوگ کفایت شعار ہیں وہ روپیہ بچاتے ہیں اور اسکو صرف نفع بخش کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ ہر قسم کی تجارت کرتے ہیں۔ ایسے طریقوں سے رہتے سہتے ہیں جس سے صحت تندرستی اور وقت ضائع نہ ہو بلکہ وہ بھی نفع بخش کاموں میں لگایا جاوے۔ اسی طرح اُن کی دولت ہر روز بڑھتی جاتی ہے۔ ملک ترقی کرتے جاتے ہیں آپ آرام سے رہتے اور دنیا کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک ترقی کرے تو ضرور ہے کہ ہم بھی دل و جان سے کفایت شعاری پر زور دیں۔ آپ کریں۔ اپنے ہمسایوں سے کرائیں۔ اس کا چرچہ کریں تاکہ لوگ اس کی ضرورت محسوس کریں اور یوں ملک میں روپیہ جمع ہو اور وہ روپیہ نفع بخش کاموں میں لگایا جاوے اور ملک دولتمند اور خوشحال ہوتا جائے اور کنگالی اور تنگدستی جاتی رہے۔

کفایت شعاری دولت و ترقی کا سب سے ضروری وسیلہ ہے۔ کفایت شعاری کا مطلب یہ ہے (۱) آمدنی سے بچت کی جائے۔ جو روپیہ آئے اُس میں سے کچھ نہ کچھ بچا کر رکھا جائے (۲) معمولی روزمرہ کے استعمال کی چیزوں کا ایسا استعمال کیا جائے کہ وہ وقت سے پہلے خراب نہ ہو جائیں اور خراب ہوئی ہوئی چیزوں کو بھی استعمال کریں (۳) اپنی تندرستی اور صحت کو بچاویں (۴) اپنے وقت کو بچائیں اور اسکی بچت کریں۔

اب میں ان چاروں قسم کی کفایت شعاری کا الگ الگ بیان کرونگی۔ سب سے زیادہ تاکید پہلے قسم کی کفایت شعاری پر کرونگی کیونکہ اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

(۱) آمدنی کی بچت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستان کے لوگ کافی حد زیادہ کفایت شعار

اور کفایت کو ترغیب دینے کے لئے کافی سامان موجود ہیں مثلاً بنک وغیرہ۔ اس لئے کسی نئی ترغیب کی ضرورت نہیں ہے۔

اسکی بابت یہ کہنا ضرور ہے کہ آپ نیچے لکھی ہوئی باتوں کو غور سے پڑھیں اور معلوم کریں کہ حقیقی حالت کیا ہو ہمارے ملک میں کفایت شعاری کیسی کم ہے اور اُس کے ترغیب دینے کے سامان کیسے ناکمل ہیں۔

کفایت شعاری کی بابت گفتگو کرنا آسان ہے لیکن اسکو عمل میں لانا نہایت مشکل کام ہے۔ ہر ایک شخص کو کفایت شعاری کی لیاقت حاصل نہیں اور نہ ہی ہر ایک شخص اپنی اور اپنے خاندان کی موجودہ اور آنے والی ضرورتوں کو صحیح طور سے سمجھ سکتا ہے۔

اس کے سوا لوگوں کو اپنی آمدنی اور خرچ کا حساب کتاب رکھنا نہیں آتا۔ اس وجہ سے جو کچھ مہینے میں وہ کماتے ہیں وہ تنخواہ ملنے سے پہلے ہی خرچ کر بیٹھتے ہیں ان باتوں کو دیکھ کر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے ملک کے لوگ عام طور پر کفایت شعار ہیں یا اُن کو کفایت شعاری کی سمجھ ہے اس واسطے کفایت شعاری سکھانا نہایت ضروری ہے تا کہ وہ سمجھ جائیں کہ بچت کیسے ہو سکتی ہے اور کیسے وہ خود اور ان کے خاندان اس بچت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

(۱) کفایت شعار ہونے کے لئے ضرور ہے کہ ہر ایک شخص دور اندیش ہو۔ دور اندیشی کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف وہ اپنی ذاتی اور موجودہ ضرورتوں کو دیکھے بلکہ اپنی زندگی کے آنیوالے دنوں کی ضرورتوں کو جہاں تک خیال پہنچ سکتا ہو دیکھے۔ مثلاً شادی غمی۔ دُکھ سکھ اولاد کی تعلیم وغیرہ کا خیال کرے اور ان باتوں کو پورا کرنے کے لئے روپیہ جمع کرے۔ جو آدمی اپنے اور اپنے خاندان کے آیندہ زمانے کو دیکھ سکتا ہے وہی دور اندیش ہے۔ ہمیں اپنے ملک میں دور اندیش لوگ پیدا کرنے ہیں جبتک یہ نہ ہوگا ہم کفایت شعار بننے کی امید نہیں کر سکتے۔

(۲) کفایت شعار ہونے کے لئے پکے ارادے اور قصد کرنے کی ضرورت ہے۔ یعنی آدمی کو دل میں ٹھان لینا چاہئے کہ جو مہینے کی آمدنی ہے اُس میں سے ضرور کچھ بچائیں۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ لوگ ضروری خرچ نہ کریں یا وہ کنجوس اور بخیل ہو جائیں مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے ضروری خرچ کرکے بھی کچھ نہ کچھ بچاوے۔ ایسی بچت کا نام کفایت شعاری ہے۔

(۳) ضرور ہے کہ جمع کرنے کے قانون اور طریقہ عمل میں لاوے جسکا مختصر بیان یہ ہے۔ ہر ایک خاندان میں کھانے پینے کی چیزیں استعمال ہوتی ہیں۔ اگر ہم بچت کرنا چاہیں تو روپیہ کی جگہ ۱۲ سے گذارہ کر سکتے ہیں۔ پوشاک اور زیبایش میں ۲۰ روپیہ کی جگہ ۱۰ روپیہ خرچ کر سکتے ہیں۔ ہر ایک عورت کو زیور بہت پسند ہیں۔ ان کے ذریعہ سے اول تو روپیہ گھٹتا ہے ۱۰۰ روپیہ کا زیور ۹۰ روپیہ کی قیمت رکھتا ہے۔ دوسرا جان و مال کا نقصان جدا ہوتا ہے۔ اگر عورتیں عقلمند ہوں تو زیور سے بالکل کنارہ کریں۔ اسی روپے کو نفع بخش کاموں میں لگا دیں۔ تیوہاروں اور شادیوں پر ہزاروں روپیہ اندھا دھند خرچ ہوتا ہے جس میں سے سینکڑوں روپے کی آسانی سے بچت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر غور کیا جاوے تو بچت کے بے شمار طریقے ہیں

اب اس کے ساتھ یہ سوال اُٹھتا ہے کہ بچائے ہوئے روپے کی حفاظت کس طرح کی جاوے اور اُسکو نفع بخش طریقوں سے کس طرح استعمال کیا جاوے۔ اگر کوئی شخص دور اندیش بھی ہو کفایت شعاری کا پکا ارادہ بھی رکھتا ہو اور روپیہ کے بچانے کے طریقے بھی جانتا ہو لیکن اگر وہ اپنے بچائے ہوئے روپے کی حفاظت نہیں کر سکتا اور اُسکو اچھی طرح استعمال نہیں کر سکتا تو وہ شخص ہرگز کفایت شعار نہیں۔ نہایت ضروری بات یہ ہے کہ بچائے ہوئے روپے کی حفاظت کیجاوے اُسکو چوروں۔ لٹیروں اور فضول خرچیوں سے بچایا جاوے اور پھر اُسکو اچھی طرح استعمال کیا جاوے۔

اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کہ پوسٹ آفس سیونگ بنک۔ قومی بنک اور انشورنس کمپنی وغیرہ ان ضروری باتوں کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ یہ سب محکمے اپنی اپنی جگہ اچھے ہیں اور ان کے ذریعہ سے لوگوں نے روپیہ جمع کرنا سیکھ لیا ہے۔ لیکن ان میں ایسے نقص بھی ہیں جنکے باعث ضرور ہے کہ کوئی نیا ذریعہ کفایت شعاری کا شروع کیا جاوے۔ جسکے ذریعے سے نہ صرف لوگ روپیہ جمع کرنا ہی سیکھیں بلکہ جو کفایت شعاری سکھانے کے مکمل وسیلے ہوں۔ ایسے بنک اور سوسائٹیز ہیں۔ انکو کواپریٹو بنک یا سوسائٹی کہتے ہیں۔ ان کے بیان کرنے سے پہلے میں آپ کو موجودہ بنکوں کی کمیوں کی بابت کچھ بتاؤنگی۔

(۱) **سیونگز بنک**۔ یہ صرف بڑے شہروں اور قصبوں میں ہی ہوتے ہیں چھوٹے دیہاتوں میں ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ ان میں صرف ایک خاص حد تک روپیہ جمع کر سکتے ہیں۔

(۲) **قومی بنک**۔ چھوٹی چھوٹی پونجی جمع نہیں کرتے صرف بڑی رقمیں جمع کرتے ہیں۔ یعنی صرف امیر ہی یہاں جمع کر سکتے ہیں۔ جمع کئے ہوئے روپے کو تے یعنی سپیکولیشن میں استعمال کرکے دیوالہ نکال دیتے ہیں۔

(۳) **انشورنس کمپنی** صرف جوانوں اور تندرستوں کے لئے ہیں۔ بڈھوں بیماروں۔ اور اکثر عورتوں کا یہاں کوئی دخل نہیں۔

مذکورہ بالا بنکوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسکے ذریعہ سے روپیہ رکھنے والوں کو اخلاق اور علمی تعلیم دی جاوے۔ یہ بنک صرف روپے سے غرض رکھتے ہیں۔ انکو پرواہ نہیں کہ روپے والے بدچلن یا جاہل ہیں کہ نہیں۔ ان کو پرواہ نہیں کہ روپے رکھنے



نورافشاں

مطبوعہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء

کیا مسیحیت عالمگیر مذہب ہے

گزشتہ سے پیوستہ

ہم عدم گنجائش کی وجہ سے مضمون ہذا اس کالم میں درج کرتے ہیں اسے تاخیر میں ڈالنا مناسب خیال نہیں کیا گیا

ایڈیٹر

اس سوال کے جواب میں کہ آیا مسیحیت عالمگیر مذہب ہے یا نہیں منجیِ عالم کے اقوال واحکام اُن کی ہدایات اور اُن کا طرزِ عمل ہی صرف فیصلہ کن امور ہو سکتے ہیں۔ اگر خداوند کی تعلیم اور طرزِ عمل سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہو کہ اُن کے اپنے خیال میں اُن کی رسالت صرف اہلِ یہود تک ہی محدود تھی تو مخالفین حق بجانب ثابت ہو جائینگے اور تب ہم کو ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح صرف ایک یہودی مصلح تھے اور اُن کے دیگر انبیاء اور مرسلین میں سے صرف ایک نبی اور مرسل من اللہ تھے۔ لیکن اگر خداوند کے اقوال اور ان کے طرزِ عمل سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ اِن کے اپنے خیال میں ان کی رسالت اہلِ یہود اور غیر اقوام دونوں کے لئے تھی تو ہمارا دعوےٰ ثابت ہو جائیگا کہ مسیحیت کے بانی فی الحقیقت منجیِ کونین اور رحمتہ اللعالمین تھے۔

خداوند مسیح نے اپنی خدمت کی ابتدا ہی میں اپنا لائحۂ عمل یہودی اور غیر اقوام سامعین کے سامنے عہد عتیق کے ان الفاظ میں پیش کیا جہاں مسیح موعود کی نسبت لکھا ہے کہ وہ غیر اقوام اور اہلِ یہود دونوں کے لئے رسول ہوگا۔ آپ نے ناصرۃ کے عبادتخانہ میں فرمایا "خداوند کا روح مجھ پر ہے۔ اس لئے کہ اس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مسح کیا۔ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سناؤں۔ کچلے ہوؤں کو آزاد کروں اور خداوند کے سالِ مقبول کی منادی کروں ..... وہ (یعنی مسیح) اُن سے کہنے لگا آج یہ نوشتہ تمہارے سامنے پورا ہوا ہے۔" (لوقا ۴: ۱۸-۲۱) دوران تقریر میں آپ نے سامعین سے اُن غیر قوم مردوں اور عورتوں کا ذکر کیا جنہوں نے بنی اسرائیل کے انبیاء کے سبب برکت پائی تھی آپ نے فرمایا "ایلیاہ کے دنوں میں ..... بہت سی بیوہ عورتیں اسرائیل میں تھیں۔ لیکن ایلیاہ ان میں سے کسی کے پاس نہ بھیجا گیا۔ مگر ملک صیدا کے شہر صارفت میں ایک بیوہ عورت کے پاس۔ اور الیشع نبی کے وقت میں اسرائیل کے درمیان بہت سے کوڑھی تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی پاک صاف نہ کیا گیا۔ مگر نعمان سوریانی" (۴: ۲۶و۲۷) متعصب یہودی خداوند مسیح کے ان معنی خیز مطاعن کو سنتے ہی غصے سے بھر گئے اور اُنہوں نے اُٹھ کر اُس کو شہر سے باہر نکالا۔" (۴: ۲۸) جب خداوند کو اہلِ یہود نے شہر بدر کر دیا تو آپ نے کسی یہودی شہر میں رہائش اختیار نہ کی بلکہ غیر قوموں کی گلیل کو آپ نے اپنا وطن بنایا (متی ۴: ۱۵) اور اسی غیر قوموں کی گلیل میں رجہاں غیر اقوام کی آبادی اہلِ یہود سے بدرجہا زیادہ تھی) آپ نے اپنی سہ سالہ خدمت کا زیادہ حصہ صرف کیا اور وہاں سے خداوند صور اور صیدا کی سرحدوں میں بھی گئے (مرقس ۷: ۲۴) یہاں خداوند نے کئی ماہ صرف کئے کم از کم موسم گرما کے تمام مہینے آپ نے یہاں ہی خدمت کی۔ کیونکہ صرف اسی موسم میں اس جگہ سفر کیا جا سکتا تھا۔ اس علاقہ کے بہتیرے آپ کے پاس حاضر ہوئے اُن کو منجیِ عالم نے تعلیم دی اور اُن کے مریضوں کو بھی اچھا کیا۔ پھر وہ صور کی سرحدوں سے نکلکر صیدا کی راہ سے دکپلس کی سرحدوں میں ہوتا ہوا گلیل کی جھیل پر پہنچا۔" (مرقس ۷: ۳۰) اور دکپلس سے جو لوگ اُن کے پیچھے ہو لئے اُن کو بھی تعلیم دی (متی ۴: ۲۵) اسی طرح ادومیہ سے اور یردن کے پار اور صور اور صیدا کے آس پاس سے ایک بھیڑ یہ سنکر کہ وہ کیسے بڑے کام کرتا ہے اُس کے پاس آئی۔ پس اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا بھیڑ کی وجہ سے ایک چھوٹی کشتی میرے واسطے تیار رہے تاکہ وہ مجھے دبا نہ ڈالیں۔ کیونکہ اُس نے بہت لوگوں کو اچھا کیا تھا چنانچہ جتنے لوگ سخت بیماریوں میں گرفتار تھے اس پر گرے پڑتے تھے کہ اُسے چھو لیں"۔ پاس کے غیر یہودی علاقوں میں خدمت کی لیکن وہ سامریہ میں بھی گئے (لوقا ۹: ۵۲) اور وہاں کے باشندوں کو تعلیم دی (یوحنا ۴: ۴) اور اس شہر کے بہت سے سامری ...... اس پر ایمان لائے ..... وہ اس کے پاس آئے اور اُس سے درخواست کرنے لگے کہ ہمارے پاس رہ چنانچہ وہ دو روز وہاں رہا اور اس کے کلام کے سبب اور بھی بہتیرے اس پر ایمان لائے اور اقرار کیا کہ یہ فی الحقیقت دنیا کا منجی ہے"۔ (یوحنا ۴: ۲۱-۳۹) جب خداوند نے دس کوڑھی اچھے کئے" تو اُن میں سے ایک یہ دیکھ کر کہ میں شفا پا گیا بلند آواز سے خدا کی بڑائی کرتا ہوا لوٹا اور منہ کے بل یسوع کے پاؤں پر گر کر اُس کا شکر کرنے لگا اور وہ سامری تھا۔ یسوع نے جواب میں کہا کیا دسوں پاک صاف نہ ہوئے تھے۔ پھر وہ نو کہاں ہیں کیا سوا اس پردیسی کے اور نہ نکلے جو لوٹ کر خدا کی تمجید کرتے۔ پھر اُس سے کہا اُٹھ کر چلا جا۔ تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے"۔ (لوقا ۱۷: ۱۵) خداوند نے اس سامری کی تعریف فرمائی اور ان یہودی نو کوڑھیوں پر افسوس پر افسوس ظاہر فرمایا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خداوند مسیح کا یہی خیال تھا کہ ان کی رسالت صرف اہلِ یہود تک ہی محدود ہے تو وہ کیوں غیر اقوام کے علاقوں اور سامریہ کے باشندوں میں تعلیم دیتے تھے اور ان کے درمیان معجزے کرتے تھے۔ جو صاحب اہلِ یہود کے حالات کو جانتے ہیں۔ اُن پر مخفی نہ ہوگا کہ اہلِ یہود غیر اقوام کو ایسی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ یہودی کو غیر قوم والے سے صحبت رکھنی اور اس کے ہاں جانا ناجائز تھا (اعمال ۱۰: ۲۸) اور یہودی سامریوں سے کسی طرح کا برتاؤ نہیں رکھتے تھے (یوحنا ۴: ۱۰)۔ لیکن منجیِ عالم نے نہ صرف ان کو تعلیم ہی دی بلکہ اُن کے ہاں گئے۔ اُن کے پاس رہے۔ اُن کے بیماروں کو اچھا کیا۔ اور اُن میں سے بہتیرے ایمان بھی لائے۔ خداوند نے اپنی خدمت کو یہودیوں۔ غیر اقوام اور سامریوں میں ہی محدود نہ رکھا بلکہ رومیوں میں بھی کام کیا چنانچہ آپ نے رومی فوج کے صوبہ دار کے مفلوج خادم کو معجزانہ طور پر اچھا کر دیا۔ ہر شخص جسکو تاریخ سے ذرا بھی مس ہے جانتا ہے کہ رومی فاتحین اور یہودی مفتوحین کے آپس کے تعلقات کیسے کشیدہ تھے۔ لیکن منجیِ کونین نے ان میں بھی معجزے کئے اور غیر اقوام یونانیوں سامریوں اور رومیوں کے درمیان خدمت کی اور ان کو تعلیم دی ان کو یہودی تعصبات سے ذرا بھی ہمدردی اور واسطہ نہ تھا۔ وہ اپنی رسالت کو تمام دنیا کے لئے خیال کرتے تھے اور ہر قوم اور گروہ کے شرکا سے ملتے تھے ان کو تعلیم دیتے تھے اور اُن میں سے لوگ منجیِ عالم پر ایمان لاتے تھے۔ اگر وہ اپنی رسالت کو صرف اہلِ یہود تک ہی محدود خیال کرتے تو غیر یہود کے پاس ہرگز نہ جاتے اور نہ اس طرح سے لوگوں کو مرید بناتے لیکن منجیِ عالم کی نظر بڑی وسیع تھی۔ وہ اپنے آپکو صرف اہلِ یہود کے لئے ہی مخصوص خیال نہ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جو نام خداوند نے اپنے لئے تجویز فرمایا اور جس سے آپ اکثر اپنے آپ کو بلاتے تھے وہ "مسیح" نہ تھا اور نہ ہی "ابن اللہ" تھا بلکہ "ابنِ آدم" تھا۔ اس نام سے خداوند کی یہ مراد تھی کہ اُن کا پیغام کسی خاص قوم ملک یا گروہ کے لئے نہیں تھا بلکہ بنی آدم کے لئے تھا۔

مذکورہ بالا سطور سے قارئین کرام پر عیاں ہو گیا ہوگا کہ منجیِ عالم کے لائحہ عمل اور طرزِ عمل دونوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو اہلِ یہود تک ہی محدود خیال نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اُن کی وسیع نظر کل بنی آدم اور نسل انسانی پر تھی۔ اگر ہم خداوند کے اقوال پر نظر کریں تو یہ حقیقت ہم پر زیادہ واضح ہو جاتی ہے منجیِ کونین نے اپنے شاگردوں سے فرمایا "تم زمین کے نمک ہو۔۔ تم دنیا کے نور ہو" (متی ۵: ۱۳) آپ نے رومی صوبہ دار کے ایمان کی تعریف میں فرمایا "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نے اسرائیل کے کسی شخص میں بھی ایسا ایمان نہیں پایا اور میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے آکر ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہت میں شریک ہونگے" (متی ۸: ۱۱) پھر نجات پانے کی شرط بتا کر فرماتے ہیں اور "دیکھو بعض آخر (یعنی غیر اقوام) ایسے ہیں جو اول (یعنی پسندیدہ قوم) ہونگے" (لوقا ۱۳: ۳۰) جب آپ کے سرِ مبارک پر عطر ڈالا گیا تو آپ کی زبانِ معجز بیان سے یہ کلمہ نکلا "تمام دنیا میں جہاں کہیں انجیل کی منادی کی جائیگی یہ بھی ۔۔۔۔ یادگاری میں کہا جائیگا" (متی ۲۶: ۱۳) پھر آپ نے رسولوں پر آنے والی تکالیف کا بیان کرتے وقت فرمایا "تم میرے سبب حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے تاکہ ان کے اور غیر قوموں کے لئے گواہی ہو" (متی ۱۰: ۱۸) خداوند کی تمثیلوں میں غیر اقوام کے درمیان مسیحیت کی اشاعت کے اشارے ہیں چنانچہ جب منجیِ عالم نے اپنی زبان مبارک سے کڑوے دانوں کی تمثیل کی تاویل کی تو فرمایا "اچھے بیج کا بونے والا ابنِ آدم ہے اور کھیت دنیا ہے" (متی ۱۳: ۳۸) یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تمثیل خداوند نے اپنی خدمت کی ابتدا ہی میں سنائی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند شروع ہی سے جانتے تھے کہ ان کا کھیت "دنیا" ہے۔ اپنی خدمت کے آخر میں خداوند نے انگوری باغ کے ٹھیکے داروں کی تمثیل سنا کر فرمایا "خدا کی بادشاہت تم سے (یعنی آلِ ابراہیم سے) لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی" (متی ۲۱: ۴۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت کی ابتدا سے لیکر آخر تک خداوند مسیح کا مطمح نظر اور نصب العین یہی تھا کہ انجیل جلیل کی بشارت تمام قوموں میں ہوگی۔ شہزادے کی شادی کی تمثیل میں منجیِ عالمین نے فرمایا۔ "بلائے ہوئے لائق نہ تھے۔ پس راستوں کے ناکوں پر جاؤ اور جتنے تمہیں ملیں شادی میں بلا لاؤ اور وہ نوکر باہر راستوں پر جا کر جو انہیں ملے کیا بُرے کیا بھلے سب کو جمع کر لائے۔ اور شادی کی محفل مہمانوں سے بھر گئی" (متی ۲۲: ۸-۱۰) بھیڑوں اور بکریوں کی تمثیل میں خداوند فرماتے ہیں "جب ابنِ آدم جلال میں آئیگا۔۔۔ سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائینگی" (متی ۲۵: ۳۲) یہودیت کی تباہی کی بابت آپ نے فرمایا "یہاں (یعنی ہیکل میں) کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہیگا جو گرایا نہ جائے" (مرقس ۱۳: ۲) اور انجیل کی اشاعت کی بابت آپ نے فرمایا "ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے" (مرقس ۱۳: ۱۰) انجیل چہارم میں بار بار یہی بات ہم کو ملتی ہے منجیِ عالم نے فرمایا کہ "میں بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانے (یہودیت) کی نہیں۔"



مجھے ان کا بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سنینگی پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا"۔ (یوحنا ۱۰: ۱۶) جب یونانی خداوند کی زیارت کو یروشلم میں حاضر ہوئے تو خداوند نے فرمایا۔ "میں اگر زمین پر سے اونچے پر چڑھایا جاؤں گا تو سب کو اپنے پاس کھینچونگا"۔ (یوحنا ۱۲: ۳۲) پھر آپ نے پکار کر فرمایا "میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں"۔ (یوحنا ۱۲: ۴۷) خداوند کی آخری گفتگو کی ہر آیت سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ خداوند کا یہی خیال تھا کہ وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے مبعوث ہوکر اس دنیا میں آئے ہیں مثلاً "دنیا جانے کہ میں باپ سے محبت رکھتا ہوں (یوحنا ۱۴: ۳۱) جس طرح تو نے (خدا نے) مجھے دنیا میں بھیجا اسی طرح میں نے بھی انہیں دنیا میں بھیجا"۔ (یوحنا ۱۷: ۱۸) پھر فرمایا "میں نور ہوکر دنیا میں آیا ہوں تاکہ جو کوئی مجھ پر ایمان لائے اندھیرے میں نہ رہے"۔ (یوحنا ۱۲: ۴۶) "وہ یعنی روح القدس آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائیگا"۔ (یوحنا ۱۶: ۸) منجیٔ عالمین اپنی آخری دعا میں خدا سے مخاطب ہوکر یوں کلام کرتے ہیں۔ "تو نے اُسے (یعنی مجھے ....) ہر بشر پر اختیار دیا ہے تاکہ جنہیں تو نے اُسے بخشا ہے ان سب کو وہ ہمیشہ کی زندگی دے .... اور دنیا ایمان لائے کہ تو ہی نے مجھے بھیجا ہے"۔ (یوحنا ۱۷: ۲-۲۱) پھر خداوند نے فرمایا "دنیا کا نور میں ہوں جو میری پیروی کریگا وہ اندھیرے میں نہ چلیگا بلکہ زندگی کا نور پائیگا"۔ (یوحنا ۸: ۱۲) پھر لعزر کی قبر پر منجیٔ کونین نے فرمایا۔ "قیامت اور زندگی میں ہوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مرجائے توبھی زندہ رہیگا اور جو کوئی زندہ ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہ مریگا"۔ (یوحنا ۱۱: ۲۵)

غرضیکہ خداوند مسیح نے اپنے اقوال سے اپنے شاگردوں اور دیگر سامعین پر ظاہر کردیا کہ ان کی رسالت اہلِ یہود تک ہی محدود نہیں تھی۔ رحم دل سامری کی تمثیل میں خداوند نے کاہنوں اور لیویوں کو نہیں بلکہ ایک سامری کو رحم اور ترس کا نمونہ بنایا۔ اپنی تعلیم میں نشان مانگنے والوں کو جواب دیکر غیر اقوام کو اہلِ یہود پر ترجیح دی اور فرمایا "نینوہ کے لوگ اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دن کھڑے ہوکر انہیں مجرم ٹھہرائینگے کیونکہ انہوں نے یونس کی منادی پر توبہ کرلی۔ اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یونس سے بھی بڑا ہے۔ دکھن کی ملکہ اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دن اُٹھکر انہیں مجرم ٹھہرائے گی۔ (متی ۱۲: ۴۱) اپنے پیشرو یوحنا اصطباغی کے ہم آواز ہوکر اہلِ یہود کو جتادیا کہ وہ آلِ ابراہیم ہونے پر ناز نہ کریں اور فرمایا کہ ابراہیم کے فرزند صرف وہی ہیں جو ابراہیم کے سے کام کرتے ہیں خواہ وہ کسی نسل کے ہوں۔ (یوحنا ۸: ۴۰) پہاڑی وعظ کا ایک ایک حرف اس بات کا شاہد ہے کہ خداوند کے احکام کسی خاص قوم یا گروہ کے لئے نہیں بلکہ کل بنی نوع انسان کے لئے ہیں۔ سامری عورت سے خداوند نے فرمایا "وہ وقت آتا ہے جب تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کروگے اور نہ یروشلم میں۔ سچے پرستار باپ کی پرستش روح اور سچائی سے کرینگے کیونکہ باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے۔ خدا روح ہے اور ضرور ہے کہ اس کے پرستار روح اور سچائی سے پرستش کریں"۔ (یوحنا ۴: ۲۱) خداوند مسیح کا پیغام انجیل نویس نے ان غیر فانی الفاظ میں ادا کیا ہے کہ "خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے"۔ (یوحنا ۳: ۱۶) خداوند مسیح نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا "اے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو سب میرے پاس آؤ"۔

ہست میکدہ و دعوتِ عام است اینجا

جس طرح خداوند مسیح کے لائحہ عمل۔ طرزِ عمل اور تعلیم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنخداوند اپنے آپ کو منجیٔ عالم خیال فرماتے تھے اور اپنے پیغام کو کل بنی نوع انسان کے لئے تصور کرتے تھے۔ اسی طرح خداوند کے احکام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ منجیٔ جہان کی رسالت تمام ملکوں۔ قوموں اور گروہوں کے لئے تھی۔ خداوند نے شاگردوں کو جو مچھلیوں کے پکڑنے والے تھے بلاتے وقت فرمایا تھا کہ "میرے پیچھے چلے آؤ میں تمہیں آدمیوں کا پکڑنے والا بناؤنگا"۔ (مرقس ۱: ۱۷) مقدس لوقا (۱۰: ۱-۱۷) ہم کو منادی کے ستر شاگردوں کے بھیجنے کا حال بتاتا ہے۔ اگر ہم اس امر کو مدنظر رکھیں کہ خداوند نے یہود۔ غیر اقوام یونانیوں سامریوں صور وصیدا یردن کے پار۔ دکپلس۔ ادومیہ وغیرہ غیر یہودی علاقوں میں خدمت کی تھی تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ان ستر شاگردوں میں سے بعض کو غیر یہودی علاقوں میں بشارت کے لئے "دو دو کرکے اپنے آگے" نہ بھیجا ہو۔ لفظ "اور" (۱۰: ۱) سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ستر شاگرد اُن بارہ شاگردوں کے علاوہ بھیجے گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ان دو مشنوں کے علاوہ کئی دفعہ اور بھی خداوند نے اپنے شاگردوں کو بشارت کے لئے روانہ کیا ہو۔ کیونکہ مقدس مرقس (۶: ۷) کے الفاظ "انہیں دو دو کرکے بھیجنا شروع کیا" سے یہ نتیجہ ہم مستنبط کرسکتے ہیں یہی نتیجہ ہم مرقس ۱: ۳۷، ۳۸ سے اخذ کرتے ہیں۔ جہاں منجیٔ عالم اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں "آؤ۔ ہم کہیں آس پاس کے شہروں میں چلیں تاکہ میں وہاں بھی منادی کروں۔ کیونکہ میں اسی لئے نکلا ہوں"۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان مختلف موقعوں پر خداوند نے

ان شاگردوں کو غیر یہود کی طرف بھیجا ہو۔ ایک دفعہ لکھا ہے کہ خداوند نے جب ایک موقعہ پر انکو اہلِ یہود کے پاس بھیجا تو اُس دفعہ انہیں حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (متی ۱۰: ۵) یہاں پہلی بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ ممانعت صرف ایک دفعہ کے لئے تھی اور وہ بھی صرف بارہ شاگردوں کے لئے خاص اس موقعہ کے لئے تھی۔ یہ کہاں کی منطق ہے کہ ایک خاص موقعہ کو عام حکم تصور کر لیا جائے۔ چونکہ خداوند نے صرف اپنے بارہ شاگردوں کو ایک خاص موقعہ پر یہ حکم دیا تھا کہ غیر یہود کی طرف نہ جانا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منجی عالمین نے اپنے ہر ایک شاگرد کو حکم دیا تھا کہ ہمیشہ کے لئے تا ابد غیر یہود کے پاس نہ جانا۔ اس قسم کی دلیل صرف منطقی مغالطہ کی مثال ہے۔

پھر ممانعت کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند اس موقعہ پر اہلِ یہود کی خاطر ایک خاص کوشش کرنا چاہتے تھے۔ لیکن شاگرد جو بشارتی جوش سے بھرے ہوئے تھے کہ یہود کو بشارت دینے وقت راستے میں غیر اقوام کی طرف بھی چکر لگا آئیں اور سامریہ کے گاؤں میں بھی ہوتے آئیں۔ لیکن خداوند نے ان کو اس خیال سے منع فرمایا اور کہا اب کی دفعہ یہ تبلیغی مساعی صرف اہلِ یہود کے لئے ہیں۔ اِدھر اُدھر جا کر اپنے وقت اور کوشش کو صرف نہ کرنا۔ "غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے"۔ اور اگر اس دفعہ بھی کوئی تمہیں قبول نہ کرے اور تمہاری باتیں نہ سُنے تو اس گھر یا شہر سے باہر نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ عدالت کے دن اس شہر کی نسبت سدوم اور عمورہ کے علاقے کا حال زیادہ برداشت کے لائق ہوگا" (متی ۱۰: ۱۵-۵)

ہم نے خداوند کے اپنے طرزِ عمل سے اور تعلیمات و اقوال سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آنخداوند اپنے آپ کو منجی جہان تصور فرماتے تھے تو کیا کوئی غیر متعصب دانشمند شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ خداوند آپ تو خود غیر قوموں اور سامریوں میں خدمت کریں معجزے دکھائیں اور اُن کے ایمان کو اہلِ یہود کے ایمان سے بہتر قرار دیں۔ ان میں سے بہتیروں کو مرید کریں لیکن اپنے ہر ایک شاگرد کو ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر یہ حکم دیں کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ ہی کسی سامری شہر ہی میں کبھی قدم رکھنا۔ ہم نے دکھا دیا ہے کہ یہ حکم صرف ایک موقعہ کے لئے بارہ شاگردوں کو دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق میں ہم خداوند کا آخری حکم بھی پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ کسی مخالف کو شک کی گنجایش نہ رہے۔ منجیِ عالمین نے اس جہان سے الوداع ہوتے وقت اپنے دہنِ مبارک سے اپنے شاگردوں کو یہ حکم دیا کہ "آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم دنیا میں **جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو اور جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ**۔۔۔۔ اور انہیں یہ تعلیم دو کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جنکا حکم میں نے دیا ہے اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں"۔ (متی ۲۸: ۱۹ و مرقس ۱۶: ۱۵) پھر فرمایا "جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤ گے۔ اور یروشلیم۔ **اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ** ہو گے"۔ (اعمال ۱: ۸)

راقم
برکت اللہ

کھُلا خط

بہ خدمت محترم برادران ہندو مذہب

ہم یہ پردرد اپیل ایک سچے مذہب کے متلاشی کی بدیں غرض نور افشاں میں شائع کرتے ہیں کہ ہندو آریہ صاحبان تک پہنچ جائے اور وہ اپیل کنندہ ماسٹر صاحب کی تسلی فرما دیویں۔ امید ہے کہ ہمعصر آریہ گزٹ اور پرکاش آپ کی تسلی کرنے کا کوئی انتظام فرمائینگے۔ صاحب اپیل ڈگری کی خاطر عیسائیت کا عاشق ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ ایڈیٹر

میں آجکل ہندو مذہب کی پیچیدگیوں سے سخت حیران میں ہوں۔ ہندو مذہب آخر کیا ہے؟ آجتک یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

۱۔ دو بڑے فرقے جو اپنے آپ کو حاملِ وید سمجھتے ہیں آریہ سماج اور سناتن دھرم دونوں وید کے نام پر دنیا کو جہالت کی طرف لئے جا رہے ہیں سنو؟

آریہ سماج کا نیک نہاد بانی ویدوں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ موکش (نجات) کے بعد بھی روح دنیا میں آتی ہے۔ لیکن دوسری طرف خداوند کرشن گیتا میں اور چھ درشنوں کے مصنف اپنے اپنے درشن میں اُپنشد کے مصنف قابلِ تعظیم مہرشی نجات کے بعد آواگون کو نہیں مانتے۔

سوال یہ ہے کہ ان دونوں فریق کے حامیوں میں کون راستی پر ہے۔ اس کا جواب میں نہیں دے سکتا ہاں اتنا ضرور کہونگا کہ رشی دیانند سے پہلے کے رشی اور جل شاذ بھی ویدوں کے ماہر اور عالم متبحر تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی تصانیف میں ملاوٹ ہو گئی یہ بالکل غلط ہے۔ علم تواریخ اور کتب قانون میں ملاوٹ مان لی جا سکتی ہے۔ لیکن ملاوٹ کرنے والے اتنے پارسا اور پرہیزگار انسان نہیں تھے کہ گیتا میں

جو دیشنوں میں اور اُپنشدوں میں کسی طرح کی ملاوٹ کر سکتے۔ ملاوٹ کرنا تو ایک طرف وہ تو ان مقدس کتب کے مطالب کی فہم سے بھی قاصر تھے۔ اسی طریق پر اور مسائل دینی و دنیوی میں سخت اختلاف ہے۔

۲۔ جینی۔ جو خدا کو محض ایک ڈھکوسلا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ آریہ سماجی حضرات بھی خدا کو ایک کونہ گر سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔

۳۔ دیوسماجی جو خدا کی ہستی سے قطعاً منکر ہیں

۴۔ بام مارگی۔ جو بندۂ عیش ہیں۔ غرض اسی طرح کے خدا جانے کتنے فرقے اس ایک ہندو مذہب میں شامل ہیں سوال ہوتا ہے کہ آیا یہ کوئی مذہب ہے یا محض برائے نام۔ زبان تجربہ چشم بینا اس کا یہی جواب دیگی کہ محض برائے نام۔

بزرگان۔ اب تک مجھے گیتا پر یقین کامل تھا اور میں اس مقدس کتاب کو ذریعہ نجات خیال کرتا تھا۔ لیکن آہ! آریہ سماجی حضرات نے پُنر آورتی کا (جو کشش سے پھر آواگون) مسئلہ میرے سامنے ویدوں سے ثابت کرنے کی کوشش کرکے میرے دل کو گیتا اور وید دونوں سے متنفر کر دیا ہے۔ میں اب گیتا اور وید دونوں کو کلام الہام خیال نہیں کرتا۔

آہ۔ اُپنشدوں کا کیا اچھا مقولہ ہے۔ یعنی مکتی سے پُنر آورتی نہیں ہوتی نہیں ہوتی۔ مگر آریہ سماج کا وید اس کے خلاف ہے کس کو سچ جانیں اور کسے غلط تصور کریں۔

میں اب وہ بیتاب نہیں کہ ہندو دھرم کی عظمت کے راگ گا گا کر دوسرے مذاہب کو اپنا دشمن بناؤں۔ افسوس برشیوں کی سنتان اسی طرح لا مذہبی کا شکار ہو بزرگان۔ میں بہت جلد اس لا یعنی مذہب کو خیرباد کہنے والا ہوں۔ میری طبیعت عیسائیت کی طرف رجوع ہو گئی ہے۔ اگرچہ اسلام بھی اب مجھے پیارا لگتا ہے لیکن اسلام کا جہاد مجھے سخت ناپسند ہے۔ امید ہے کہ میں بہت جلد عیسائی ہو جاؤں۔

میں یہ فعل کسی دنیوی لالچ کی غرض سے نہیں کرونگا وہ کون سی شے ہے جو مجھے اب میسر نہیں اور عیسائیت میں داخل ہو کر حاصل ہوگی!

عیسائیت امن سکھاتی ہے۔ خدا سے قرب کا رستہ بتلاتی ہے۔ عیسائیت کے اقوال دلی شانتی کے موجب ہیں لیکن آہ۔ مجھے مقدس خداوند کرشن جل شانہٗ سے جدا ہونا پڑیگا۔ یہی افسوس ہے اور یہ سب آریہ سماج کے دلشکن مسائل اور سناتن دھرم کی ہرزہ سرائیوں کا نتیجہ ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ ایسے وقت میں ضرور کوئی ایسی بات بتلا دیںگے جو میرے دل کی تسکین کا باعث ہو۔

عریضہ۔ احقر۔ بیتاب بسوہانوی

مدرس مشن ہائی سکول

دھاریوال ضلع گورداسپور

اشتہار

جو مسیحی اصحاب کسی شہر کے قریب کھلے وسعت افزا موقعہ پر اپنے مکانات بنانا چاہتے ہیں۔ مگر انکو مسیحیوں کے پڑوس میں سستی زمین نہیں ملتی وہ مجھ سے ریلوے سٹیشن کے قریب پندرہ روپیہ مرلہ یا تین صد روپیہ کنال پر زمین لیں اور قیمت یکمشت یا پندرہ قسطوں میں بحساب بیس روپیہ ماہوار دے کر مکان بنا لیں۔

جے ڈانیل ہیڈ ماسٹر گجرات

بائبل کے علم الاصنام

مندرجہ بالا کتاب مرتبہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی اگر کسی صاحب کے پاس موجود ہو تو بذریعہ وی پی پتہ مندرجہ ذیل پر ارسال فرماویں

نبی بخش سب پوسٹماسٹر

سنگو۔ ضلع ڈیرہ اسمٰعیلخان

نکاح آریہ

یہ ایک رسالہ کا نام ہے جو حال ہی میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تصنیف کیا ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ آریوں کے لئے مولوی صاحب ممدوح اور احمدیوں کے لئے پادری عبدالحق صاحب ایک ہوا ہیں رسالہ میں کیا ہے اس کا لطف مطالعہ ہی پر موقوف ہے مختصر یہ کہ اس میں آریاؤں کی فقہ متعلقہ نکاح کا بیان ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی طرف سے تو صرف اس قدر کیا ہے کہ تعلیمات نکاح آریہ کی نامعقولیت ثابت کی ہے۔ ورنہ بیان سب کچھ پنڈت دیانند صاحب کی تحریرات سے کیا گیا ہے۔ حیرت آتی ہے کہ ایسی نامعقول تعلیم آریوں میں موجود ہے جسے پڑھتے ہوئے بھی شرم آجاتی ہے۔ معلوم نہیں مولوی صاحب نے کس طرح ان کو نقل کیا ہے۔ بہرحال آپ کی جرأت قابل تعریف ہے

آٹھویں باب میں نکاح بیوگان پر بحث ہے اس میں مولوی صاحب نے ثابت کیا ہے کہ پنڈت دیانند صاحب کے مذہب کے مطابق نکاح بیوگان ہرگز جائز نہیں اور آجکل آریا صاحبان اس پر زور دے رہے ہیں کہ بیواؤں کی شادیاں کرو۔ وہ سراسر اپنے آریہ سماج کے خلاف کر رہے ہیں۔ ضرور ہے کہ آریا نوجوان اس کو دیکھیں اور مسیحی اور مسلم مبلغین کے تو خاص کام کی چیز ہے۔ رسالہ کی قیمت ۵ علاوہ محصولڈاک ہے۔ اور ملنے کا پتہ ہے

مینجر صاحب اخبار اہلحدیث امرتسر

خادم

نامہ نگاران نور افشاں کو قلمی امداد سے فراموش نہ کریں۔

پادری عبدالحق صاحب منٹگمری میں

ہمیں مسٹر اے ٹوی تھیوز صاحب امریکن مشن منٹگمری سے ایک مفصل روئیداد تبلیغی جلسہ کی موصول ہوئی ہے۔ اس جلسہ میں پادری عبدالحق صاحب فاتح قادیان ۲ تا ۹ دسمبر تقاریر فرماتے رہے۔ حاضرین میں علاوہ مسیحیوں کے اہل ہنود و اسلام کی خاصی تعداد شامل ہوا کرتی تھی۔ کارروائی سے ظاہر ہے کہ جلسہ نہایت کامیاب رہا جس کے لئے ہم منتظم جلسہ پادری گیٹس صاحب بہادر کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ

اللہ کرے غیرت دیں اور زیادہ

روئیداد کا ملخص ناظرین کرام کے فائدہ کی خاطر درج اخبار کیا جاتا ہے۔ خان

ابتدا

عرصہ ایک سال سے مقامی احمدی احباب لگاتار تنگ کر رہے تھے کہ ہم سے مناظرہ کرلو۔ اس لئے جب شہر میں جلسہ کے اشتہار تقسیم و چسپاں کئے گئے تو انہوں نے بار بار مطالبہ کیا کہ ہم سے مناظرہ کا ضرور انتظام کیا جائے آخر ان کے تقاضاؤں سے تنگ آکر افسران ضلع سے درخواست کی گئی۔ مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا ہم مباحثہ کا انتظام کرنے سے مجبوراً معذور ہو گئے۔ اس پر احمدی دوست ہمیں پہلے تو سخت شرمندہ کرنے لگے۔ اور بعد میں یہ چال چلی کہ انہوں عرضی دیدی کہ پادری عبدالحق کے نام کے ساتھ جو الفاظ "فاتح قادیان" لکھے گئے ہیں وہ ہمارے لئے چیلنج ہے۔ پادری صاحب کو تو درحقیقت یہ لقب سیالکوٹ میں اس سے بہت پہلے مل چکا تھا مگر یہاں کے احمدی حضرات کو خدا جانے کونسی نئی بات سوجھی لیکن حیرت ہے کہ

(۱) مفتی محمد صادق صاحب "فاتح امریکہ" کہلائیں تو گورنمنٹ امریکہ اُسے چیلنج نہ سمجھے۔ اور جب پادری عبدالحق صاحب کو فاتح قادیان لکھا جائے تو قادیانی اصحاب منٹگمری کو چیلنج دکھائی دینے لگتا ہے۔

(۲) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تو بالخصوص فاتح قادیان مشہور ہیں۔

(۳) پادری سلطان محمد خاں صاحب نے ۱۴ اگست ۱۹۲۵ء کے نورافشاں میں سیالکوٹ کے لکچروں کا حال رقم فرماتے ہوئے کہا کہ اب سے پادری عبدالحق صاحب کو فاتح قادیان کہا جائے۔

(۴) ۲۱ اگست کی اشاعت نورافشاں میں سید ممتاز ہاشمی صاحب سکرٹری انجمن اصلاح المسلمین دہلی کی چٹھی مسٹر خان صاحب کے نام جو انہوں نے بھیجی اور ان کی مہربانی سے درج اخبار ہو کر عوام کے سامنے آئی اس میں سید صاحب نے لکھدیا تھا کہ سچ جانئے میں تو یہی کہونگا کہ سیالکوٹ میں اصل مسیح کے بہادروں نے نقلی مسیح کے سپاہیوں کو بھگا دیا۔ اور ہندوستان میں آکر فاتح امریکہ مفتوح سیالکوٹ ہوگیا۔

(۵) ۲۰ نومبر کے نورافشاں میں مسٹر خان لکھتے ہیں کہ "فاتح قادیان جناب پادری عبدالحق صاحب گوجرانوالے جا رہے ہیں۔"

(۶) مسٹر خان نے پادری صاحب کی تصنیف بنام اثبات التثلیث فی التوحید کے سرورق پر پادری عبدالحق "فاتح قادیان" لکھدیا اس وقت تو کسی نے اُسے چیلنج نہ سمجھا (اگر احمدی صاحبان چاہتے کہ پادری صاحب کو فاتح قادیان بننے سے باز رکھا جائے تو مناسب بلکہ لازم تھا کہ وہ جناب مفتی محمد صادق صاحب "فاتح امریکہ" کو سیالکوٹ کے میدان مناظرہ میں قدم رنجہ فرمانے پر مجبور کر دیتے۔ جبکہ پادری صاحبان پورے ۳ روز تک آپ کو چیلنج پر چیلنج دیتے رہے۔ پادری سلطان محمد خاں صاحب نے تو آپ کو عمر بھر کا ہی چیلنج اسی وقت دیدیا اور چیلنج بھی بالکل کھلا یعنی جب جہاں اور جس مضمون پر مفتی صاحب چاہیں مجھ سے مناظرہ کریں" اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ایک نام ہی کیا منحصر ہے احمدیوں پر پادری صاحب کی فتح کا تو ایک عالم شاہد ہے۔ سید ممتاز صاحب سے ہی پوچھ لو۔ خان)

تقریر روز اول

پادری صاحب نے روز اول "تردید مسئلہ تحریف" پر تقریر فرمائی اور کہا کہ ہمارے دوست ۱۸۰۳ء اور ۱۹۰۵ء کے تراجم بائبل کو خریدتے اور ہمارے مقابل لا کر کہتے ہیں کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ترجمے الہامی نہیں ہوا کرتے۔ ترجموں کا فرق ہر جگہ اور ہر مذہب میں ہے۔ اگر ترجمہ کے اختلاف سے کوئی کتاب الہامی پایہ سے ساقط ہو سکتی ہے تو احمدیوں کے اور شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ قرآن میں صدہا اختلاف موجود ہیں۔ کیوں نہیں مسلمان اس اپنی ایمانی دلیل کی بناء پر قرآن کے الہامی ہونے کا انکار کر دیتے۔ پھر جب قرآن ہی بار بار توریت اور انجیل کی صحت پر شہادت دیتا ہے تو کسی مسلمان کو قرآن کو صادق ماننے کے بعد کوئی حق باقی نہیں رہتا کہ بائبل کی نسبت یہ شک بھی کرے کہ اس میں تحریف ہو سکتی ہے۔ بخاری جس کا رتبہ قرآن سے دوسرا ہے وہ ہرگز بائبل کو محرف نہیں کہتی۔ آجتک مولوی چراغ الدین جموی کی نسل صدہا مسلمان ہیں جو بائبل کو غیر محرف تسلیم کرتے ہیں۔ معترضین کی سب سے بڑی بےعقل دکجروی یہ ہے کہ وہ ترجموں کو لیکر اعتراض کرتے ہیں اور متن کی نسبت شمہ بھر بھی علم نہیں رکھتے۔ قرآن شریف تو کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کچھ راہ پر نہیں جب تک وہ اپنی کتب مقدسہ پر ایمان نہ لائیں۔ آجکل کے مسلم بھائی ذرا سوچیں تو سہی کہ کیوں نہ یہ کہا گیا کہ ان پہلی کتابوں پر ایمان نہ لاؤ۔ مسیحیوں کے زہد و تقویٰ کا قرآن میں ذکر ہے۔ ان کی دوستی کی مومنوں کو ہدایت ہے۔ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور آئے دن شور مچاتے رہتے تھے کہ بائبل بدل گئی۔

مگر اب پیغام صلح میں ایک تحریر آئی ہے کہ بائبل اصل ہے قرآن میں کوئی بھی لفظ نہیں ہے جس کے معنی ہوں گے بائبل بدل گئی"۔ مسلمان نہ تو قرآن کی مانتے ہیں اور نہ حدیث کی۔ اور ہٹ دھرمی سے کہے جاتے ہیں کہ بائبل بدل گئی۔ اور تعصب یہاں تک ہو گیا ہے کہ ایک قسم کے لوگ تو مسیح کی نسبت زبان درازی سے کام لیتے ہیں حالانکہ وہ اُسے نبی بھی مانتے ہیں کیشب چند سین فرماتے ہیں کہ اگر میں بیس سال فلاسفروں کے قدموں میں بیٹھوں تو وہ تعلیم نہیں سیکھ سکتا جو مسیح کے پہاڑی وعظ سے ۵ منٹ میں سیکھ لیتا ہوں۔

ایک احمدی کے اعتراض

جب پادری صاحب تقریر ختم کر چکے تو ایک احمدی دوست اُٹھے اور کہا کہ میرے پاس یہ بائبل ہے جس میں آیات (اُردو ترجمہ) بدلی ہوئی ہیں۔ آپنے متی اور یوحنا کی چند آیتیں پڑھکر سنائیں اور کہا کہ سنہ ۱۸۷۳ء اور سنہ ۱۹۰۸ء کے ترجمہ میں فرق ہے۔

جواب پادری صاحب

پادری صاحب نے فرمایا کہ جیسا تقریر میں بتایا گیا ہے ترجمے الہامی نہیں ہوتے اس کا حال بالکل وہی ہے جو قرآن کے ترجموں کا ہے۔ بلکہ جہاں قرآن کے ترجمے شخصی ہیں وہاں بائبل کے ترجمے تو ایک کمیٹی کرتی ہے۔ اور اگر سنہ ۱۹۰۸ء کا ترجمہ درست نہیں تو جناب سنہ ۱۸۷۳ء کے ترجمہ کو تسلیم کر لیجئے۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو متن میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی یہ ایک کاپی میرے پاس ہے پھر اسے ہی مان لیں۔

اعتراض

(۱) جس کتاب میں سے چند آیتیں نکال دی جائیں وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔

(۲) کہاں لکھا ہے کہ اگر شک ہو تو اہل کتاب کے پاس جاؤ۔

جواب پادری صاحب

(۱) جناب ہمارے پاس تو بائبل کی ۶۶ کتابیں ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہی نہیں مگر آپ کے پاس تو چار کتابوں میں سے صرف ایک ہی (یعنی قرآن) ہے تو وہ کس طرح خدا کا کلام رہ گیا۔

(۲) دوسرے سوال کا جواب سورہ یونس۔ پارہ ۱۱ رکوع ۱۰ میں ہے۔ پادری صاحب نے پہلے عربی آیت کی تلاوت فرمائی اور پھر شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ سنایا۔ اس پر معترض صاحب فرمانے لگے کہ یہ تو قیامت کو ہوگا اور مسیح کے حق میں درشت زبانی سے کام لیا۔ پس صدر جلسہ نے روک دیا اور روز اول کی کارروائی ختم ہوئی۔

(متھیوز)

ایک ہیڈ کانسٹیبل نے ادائے فرض میں جان دیدی

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

حال میں ایک اطلاع موصول ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ضلع انبالہ کی پولیس کے ایک ہیڈ کنسٹیبل نے ایک ڈاکو کو گرفتار کرنے میں نہایت جوانمردی دکھائی۔ لیکن اسی کوشش کے دوران میں ڈاکو کے ہاتھ سے خود گولی کھا کر مارا گیا۔ واقعہ کی تفصیل پبلک کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

ہیڈ کنسٹیبل غلام حسین نمبرہ ۶۶ کو موضع عالم والا میں ایک تفتیش کے دوران میں اطلاع ملی کہ مسمی گوردت سنگھ المعروف گوردتی جو کورائی والا اور رام نگر کے ڈکیتی کے مقدمات میں مفرور تھا اپنے گاؤں تھانکا ٹرعاب میں اپنے مکان میں روپوش ہے۔

دو کنسٹیبلوں کو جو اس وقت اُس کے پاس تھے۔ اور ایک لائسنس یافتہ اور چند دیگر دیہاتیوں کو ساتھ لیکر وہ فوراً مفرور کو گرفتار کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا۔ گاؤں میں پہنچکر یہ لوگ اس مکان کے صحن میں داخل ہو گئے ہی تھے جس میں گوردتی چھپ رہا تھا کہ اُس نے اندر سے گولی چلادی لیکن خوش قسمتی سے گولی سے کسی کو کوئی گزند نہ پہنچا۔

اس پر ہیڈ کنسٹیبل اور اسکے رفقاء باہر آ گئے۔ اس مکان کی چھت پر چڑھ گئے۔ جہاں سے ہیڈ کنسٹیبل نے گوردتی کو للکارا۔ آؤ باہر آؤ تم بزدل ہو اور اب بچ تو سکتے ہی نہیں۔ لیکن گوردتی باہر نہ آیا۔ اس لئے ہیڈ کانسٹیبل ایک اور مکان کی چھت پر چلا گیا جو اس کمرہ کے دروازہ کے بالمقابل تھا۔ جس میں ڈاکو چھپ رہا تھا تاکہ ڈاکو کو دیکھ سکے۔ بدقسمتی سے گوردتی نے اُسے پہلے تاک لیا اور اس پر گولی چلادی۔ گولی ہیڈ کنسٹیبل کے دل پر بیٹھی اور وہ فوراً جاں بحق ہو گیا۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں پر ہیبت بیٹھ گئی۔ اس اثنا میں قاتل فرار ہو گیا۔ مگر اہل دیہہ نے اسکا سخت تعاقب کیا اور وہ بالآخر موضع کہیرا میں زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔

صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس واردات کی اطلاع پاتے ہی موقعہ کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے موقعہ پر پہنچکر تحقیقات کی زیر دفعہ ۳۰۲ (تعزیرات ہند) مقدمہ درج کیا گیا ہے اور اُس کی تفتیش ہو رہی ہے۔ ہیڈ کنسٹیبل غلام حسین قائمقام ہیڈ کنسٹیبل درجہ اول تھا اور اُسکا نام ستی لسٹ میں درج ہو چکا تھا۔ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء میں غلام حسین مذکور بعہدہ کنسٹیبل بھرتی ہوا اور اب اُسکی ملازمت تخمیناً ۱۲ سال تھی۔ اطلاع ملتے ہی اُس نے جو فوری اقدام کیا اور پھر جو جوانمردی وغیرہ دکھائی وہ حد تعریف سے باہر ہے اُسکی موت سے پولیس فورس کو سخت نقصان پہنچا ہے۔

مقتول دو بیوائیں دو کتخدا لڑکیاں اور دو لڑکے جنکی عمر ۱۲ سال اور دو مہینے ہے پیچھے چھوڑ گیا ہے۔

مقتول کی دونوں بیواؤں کو پنشن عطا کئے جانیکا معاملہ زیر غور ہے۔

کیپٹی ۲۷ جنوری۔ بل امتیاز رنگت جو جنوبی افریقہ میں رنگدار لوگوں کے لئے کانوں اور ریلوے میں کام کرنے کو ممنوع قرار دیتا ہے یونین پارلیمنٹ میں اسکی پہلی خواندگی پاس ہو گئی ہے۔ (بندے ماترم)

اشتہار کتب

چیلنج۔ قانون قدرت کی سب سے بڑی حاجت مسیح سے پوری ہوتی ہے۔ یہ رسالہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کی تصنیف ہے اور مضمون بہت ہی فلسفیانہ ہے۔ صرف ۱۲ جلدیں باقی رہ گئی ہیں صفحہ ۷۰ - ۱ر

خلوتی دعا حقیقت عظمیٰ ہے۔ خلوتی دعا کی تیاری اس کا عمل اور خلوتی دعا کے بعد ہماری رفتار صفحہ ۵

کاشف الاسرار۔ دانیل نبی کی ستر ہفتوں والی پیشینگوئی کے بیان میں۔ پادری طامس ہاول صاحب کا رسالہ صفحہ ۱۸ - ۱ر

کاشف الاسرار قیامت۔ مردوں کی قیامت کا امکان اور ضرورت۔ قیامت کی نسبت تمام مذاہب کی تعلیمات عقلی ثبوت معجزات سے قیامت کا ثبوت یسوع مسیح کی موت کا انجیل و قرآن میں بیان۔ مسیح کی آمد ثانی اور دجال پر فتح۔ یہ بہت محنت سے لکھی ہوئی کتاب ہے صفحہ ۵۰ - ۲ر

کچکول باجوہ۔ دنیا بھر کے مذہبی۔ ملکی سیاسی اور صنعتی وغیرہ ہر قسم کے عجائبات کے مختصر اعداد و شمار اور حالات۔ چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ پھر ملنے کی امید کم ہے حصہ ۱ - ۱ر

کشف الحقائق۔ دو بارہ معلومات عقل انسانی۔ حادثات نیچر کے ملاحظہ سے دلیل۔ نیچر کی ترتیب عقل اور اخلاق سے دلیل استقرائی۔ نیچر کا تواریخی مشاہدہ توضیح بیان کا نقص۔ انسان کی اخلاقی حالت۔ عقل و ضمیر کے معلومات کی حد۔ مذہب اور الہام۔ اسلام۔ ہندو مذہب اور مسیحی دین کی تعلیمات پر فلسفیانہ نظر صفحہ ۲۹۱ - ۸ر

المشتہر سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی
انارکلی۔ لاہور۔

یوئنگ کرسچین ہائی سکول لودھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کیلئے بہت عرصے سے جاری ہے۔ مشن نے ابتدائی تعلیم کو اعلے اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیرنگرانی کر دی ہیں۔ اور چار ہندوستانی خواتین اسکی مددگار ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے تیسری جماعت لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے کلاس فیس بحساب سرکاری شرح ہے۔ متفرق اخراجات عـہ ماہوار فی طالب علم ہے کتابوں اور سٹیشنری کی قیمت اس کے علاوہ ہے۔ بوجہ نئے انتظام چالیس فیصدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر خلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جز کتنا ۱عـہ سے ۱لعہ سالہ یکبارگی گونول عـہ سے دعـہ تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب و ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پرفضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر۔ جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلے تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہٰذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔ المشتہر:۔

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ
ضلع گورداسپور۔

اشتہار ضروری

ناظرین نور افشاں کی خدمت میں یہ غمزدہ دست بستہ عرض کرتا ہے کہ میرا توت بانسد (چھوٹا بھائی) جسکی عمر تخمیناً ۲۰ یا ۲۲ برس کی ہے۔ رنگ گورا۔ قد لمبا ناک اٹھی ہوئی۔ آنکھیں درمیانی۔ پوشاک اکثر دھوتی اور کوٹ اور صافہ پہنتا ہے۔ لڑائی پر عنقریب ۳ یا زیادہ سال تک نوکری کی ہے اور اسکی ایک ٹانگ میں ٹخنے سے اوپر گولی لگی تھی سو قدرے لنگ کر کے چلتا ہے اور بائیں رخسار پہ ایک داغ چیچک کا ہے اور اس کا نام جیسپر سی جارڈن ہے۔ جو کہ عرصہ دو سال سے گھر سے غائب ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کا پتہ ملے تو خاکسار کے پاس اس کا پتہ بھیج دیگا۔ میں تا زندگی شکرگذار ہونگا۔ اور خدا آپ کے پشت در پشت کو برکت دیگا۔

میرا پتہ یہ ہے:۔

ڈی۔ سی۔ جارڈن معرفت زنانہ ہسپتال
پیپل منڈی۔ آگرہ۔

TO LET

At Thandiani "Pinecroft" 2 Bed Rooms, Dining + Dressing Rooms. Rent Rs 300/-. "Fircroft" Double Story. 4 Bed Rooms, Dining, Drawing Room + Study. Rent Rs 400/-:- Apply:- Rev. H. E. Clerk Batala. Dist Gurdaspur.

والے اپنا حساب کتاب سمجھتے ہیں یا نہیں۔ یہ بنک سب روپیہ رکھنے والوں کو جدا جدا رکھتے ہیں۔ سب ایک دوسرے سے ناواقف ہیں۔ کسی کو دوسرے سے کچھ واسطہ اور ہمدردی نہیں۔ یہ بنک یگانگت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ان کا مقصد محض یہ ہے کہ روپیہ لیکر لوگوں کو مقررہ شرح پر سود دیتے رہیں اور جمع کئے ہوئے روپے کو بنک کے ڈائرکٹر لوگ نفع کے لئے جس طرح بہتر معلوم ہو اس طرح صرف کریں۔ روپے کو خطرہ میں ڈالنے سے انکو پرواہ نہیں۔ اگرچہ اس خطرہ سے کسی نفع کی امید ہو۔ اگر نقصان ہو گیا تو آسانی سے دیوالہ نکال کر لاکھوں کو برباد و بے سروسامان کر دیتے ہیں۔

یہ باتیں کوآپریٹو بنک میں نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کمی پورے طور سے دور ہو گئی ہے۔

کوآپریٹو کا مطلب ہے ملکر کام کرنا یعنی عام غرض کو پورا کرنے کے لئے بجائے الگ الگ کام کرنے کے اب چونکہ یگانگت میں اور ملکر کام کرنے میں جو فائدے ہیں اس سے آپ سب خوب واقف ہیں۔ میں اور زیادہ اسکا ذکر نہیں کرونگی لیکن ان بنکوں کا مختصر بیان آپکے روبرو پیش کرونگی (۱) یہ بنک چھوٹے سے چھوٹے دیہات میں ہو سکتے ہیں (۲) ان میں چھوٹی سی چھوٹی پونجی جمع کیجا سکتی ہے۔ (۳) ان میں امیر و غریب مرد عورتیں۔ بڈھے جوان سب ممبر ہو سکتے ہیں (۴) دوسرے بنکوں سے زیادہ سود دیتے ہیں (۵) جمع شدہ روپیہ قانون کی رو سے فضول خرچی کے لئے نہیں نکالا جا سکتا (۶) بنک کے مینیجر جمع شدہ روپے کو سٹے میں نہیں استعمال کر سکتے . . . . اس سے روپے کے ضائع ہونے کا اندیشہ بالکل نہیں رہتا (۷) جمع شدہ روپے کے استعمال پر ممبروں کا پورا اختیار رہتا ہے (۸) جو بنک کا ممبر . . . ہو جاوے اُسکو قانون کے موافق ماہواری سہ ماہی ششماہی یا سالانہ کچھ نہ کچھ روپیہ جمع کرنا لازمی ہو جاتا ہے (۹) ممبر ہونے کے لئے نیک چلن۔ وفادار۔ دیانتدار ہونا ضرور ہے (۱۰) سب ممبر ایک دوسرے کے نگران حال اور محافظ رہتے ہیں کیونکہ ایک کی بدچلنی سے سب کو نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس سے یگانگت پیدا ہوتی ہے (۱۱) بنک کے نفع کا ۳/۴ حصہ ایک مستقل فنڈ کی شکل میں جمع ہوتا رہتا ہے جو بمرور ایام بڑی پونجی بنتی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر میں آپکو بتاتی ہوں کہ چھوٹی چھوٹی رقمیں ایسے بنک میں جمع کرنے سے کس قدر بڑھ جاتی ہیں (۱) اگر کوئی عورت اپنے روز کے خرچ سے ہر روز دو پیسے جمع کرے اور ایسے بنک میں رکھے تو ۳۰ سال کے بعد ۱۰۲۰ روپیہ اُسکو نقد ملجاویگا (۲) اگر کوئی شخص اپنے بچے کی پیدایش کے دن سے ہر روز پانچ آنے ایسے بنک میں جمع کرے تو سولہ برس کے بعد جب بچہ کالج میں داخل ہوگا تو اتنا روپیہ جمع ہو جائیگا کہ کالج کی تعلیم کے زمانے میں لڑکے کو ہر ماہ ۹۰ روپیہ ملجائینگے اور کالج چھوڑنے کے بعد ۲۵۰۰ روپیہ باقی موجود ہوگا جس سے لڑکا اپنی زندگی شروع کر سکتا ہے۔

اس سے آپ کو خود معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایسے بنک جاری کرنا اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دولت اور خوشحالی کی فصل بونا ہے۔ انگلستان اور امریکہ کی ترقی و دولت کا دارومدار انہیں چھوٹے چھوٹے بنکوں کی پونجیوں پر ہے۔ یہ باتیں کیسی آسان اور عام فہم ہیں۔ لیکن کتنے ہیں جو ان پر عمل کرنے سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ یہاں تک ہم نے روپے کی بچت کا ذکر کیا ہے۔ اب مختصر طور پر باقی تین قسم کی بچت کا ذکر کرونگی۔

(۳) معمولی چیزوں کی بچت

ان سے تمام وہ چیزیں مراد ہیں جنکو ہم روز استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کپڑے۔ کھانے پینے کی چیزیں کتابیں وغیرہ۔ اب بات یہ ہے کہ ان چیزوں سے بچت کیسے ہو سکتی ہے

کپڑے سے بچت۔ اول تو کپڑے کو اس طرح استعمال کرو کہ وہ جلدی پھٹ نہ جاوے۔ وقت پر صاف کرنے وقت پر درستی سے کپڑا بہت دن چلتا ہے۔

جب کپڑا پھٹ جائے تو اُسکو ردی میں پھینک نہ دو اسکو بھی استعمال کرنا سیکھو۔ ولایت میں لوگ علم کی وجہ سے ہر ایک ردی چیز کی قدر و منزلت جانتے ہیں۔ ردی چیتھڑوں اور کپڑوں سے نہایت خوبصورت کھلونے دریاں۔ کاغذ وغیرہ بناتے ہیں اور دوسرے دوسرے ملکوں میں بھیجکر لاکھوں روپیہ کماتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بدقسمتی یہ ہے کہ ہم ان چیزوں کو ردی جانکر روڑی پر پھینک دیتے ہیں اور ان سے کوئی کارآمد چیز نہیں بنا سکتے۔ اگر گھر کی عورتیں ہی صاف چیتھڑوں سے کارآمد چیزیں بنا لیں تو بہت بچت ہو سکتی ہے۔

اسی طرح کھانے پینے کی چیزوں کو لو۔ ہمارے گھروں میں کتنے ٹکڑے اور بچا ہوا کھانا اور لسی وغیرہ برباد ہوتا ہے۔ یا تو اگنائی میں پھینک دیتے ہیں یا مہتروں کو دے دیتے ہیں۔ ولایت میں لوگ انہیں بچی ہوئی چیزوں سے مرغیاں پالتے ہیں۔ ہزاروں روپے کی تجارت کرتے ہیں۔ ولایتی مرغوں کا جوڑا ڈیڑھ سو تک ہندوستان میں بکتا ہے۔ لسی کو ولایت میں پھینکتے نہیں بلکہ سؤروں کو پلاتے ہیں اور سؤر کا گوشت بیچکر لاکھوں روپیہ کماتے ہیں۔

اسی طرح گھر کے سامان کو لو۔ یہاں بچت تو درکنار خرچ ہی خرچ ہے۔ وقت نہیں کہ میں آپ کے آگے سب باتوں کا ذکر کروں۔ صرف اتنا کہتی ہوں کہ ہمارے ملک میں اور ہمارے گھروں میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے ہم فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ مگر اپنی لاعلمی اور بے صبری اور لاپروائی سے بجائے فائدے کے نقصان اُٹھاتے ہیں۔ ہم میں ایک قسم کا جھوٹا غرور ہے۔ ہم ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور ہم سُست ہیں۔ کیونکہ ان کو استعمال کرنے کے طریقے سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک ترقی کرے اور ہم دولت حاصل کریں تو ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع کرنا نہایت ضرور ہے۔ وہ جو تھوڑے میں

ایماندار رہتا ہے وہ بڑی چیزیں حاصل کرتا ہے۔

تیسرے قسم کی بچت صحت اور تندرستی بچو

اس سے میری مراد یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے جسم کی صحت و تندرستی کو خدا کی بڑی دولت سمجھے اور اسکو بچا کر رکھے کیونکہ اس پر سب چیزوں کے فائدے منحصر ہیں۔ مگر ہمارے ملک میں صحت و تندرستی مفت برباد ہوتی ہے۔ عام طور سے لوگ اپنی صحت اور تندرستی کے قوانین سے بالکل بے خبر ہیں۔ معمولی چھوٹی چھوٹی بیماریوں کا فوراً علاج کرنے کے بجائے جہالت کے سبب قسمت پر چھوڑ دیجاتی ہیں یا جادو منتر سے علاج ہونے لگتے ہیں۔ بیماری کے بڑھ جانے پر ایسے حکیموں کی تلاش کرتے ہیں جنکے علاج کی گولی سے دم ہی نکلجاتا ہے۔ خاصکر عورتیں قابلِ رحم ہیں۔ اور ان سے بڑھکر ملک کے بچے قابلِ رحم ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو صحت کے اصول سکھائے جائیں اور تندرستی کے بڑھانے والے اسباب کو رواج دیا جائے۔ اس طرح صحت کو بچا کر ہزاروں روپے کی بچت آدمی کے حصے میں آتی ہے۔

چوتھی۔ وقت کی بچت

وقت کے بچت کی بابت نہایت ضروری اور نہایت بڑی بات ہے۔ میرے خیال میں جس قدر ہم وقت کی دولت کو بیہودگی اور بیرحمی سے ضائع کرتے ہیں ایسی اور کسی چیز کو ضائع نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ہیں جو وقت کی کفایت شعاری سے واقف ہیں۔ عام طور سے بچوں کی زندگی کا ابتدائی وقت نقصان دینے والے کھیل تماشوں میں خرچ ہوتا ہے۔ بچے خود تو وقت کی قدر نہیں جانتے اور عجب بات یہ ہے کہ ان کے والدین بھی بچوں کے قیمتی وقت کو ضائع ہونے دیتے ہیں۔ جب گھر میں مائیں بچوں کے کھیل کود سے تنگ آجاتی ہیں تو ان کو باہر کی گلیوں میں بھیج دیا کرتی ہیں۔ ان کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ بچوں کے قیمتی وقت کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہیں اور ان کو بری صحبت میں بری باتیں سیکھنے اور دیکھنے کا موقعہ دے رہی ہیں۔ اکثر بچے سکولوں کی تعلیم نہیں پا سکتے۔ غریب ماں باپ تھوڑی سی آمدنی کے لئے بچوں کو گھر کے کاموں میں لگا لیتے ہیں یا کسی کے نوکر بنا دیتے ہیں۔ یوں ان کی زندگی کا قیمتی وقت برباد ہوجاتا ہے اور یہی بچے بڑے ہو کر ہمارے ملک کی غریب اور مصیبت زدہ آبادی کو بڑھاتے رہتے ہیں۔

ان کے سوائے سادھو سنت۔ درویش فقیر ایک جداگانہ ہیں جو کروڑوں روپے کے قیمتی وقت کو اڑا رہے ہیں۔ ہمارے ملک کی مقدس جگہیں ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہیں کہ اگر وہ محنت کرنا شروع کریں تو ملک کو خوشحالی کی حالت میں بہت جلدی پہنچا سکتے ہیں۔ ان باتوں کا اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ آپ معلوم کریں کہ وقت کی دولت کو کس طرح فضولخرچی میں اڑا رہے ہیں۔

اب میں ایک دو باتیں وقت کو بچانے کے متعلق کہنا چاہتی ہوں (۱) یہ کوشش کی جاوے کہ ہر ایک شخص کوئی نہ کوئی مفید کام میں لگا رہے۔ کوئی بیکار نہ پھرے۔ ایک کہاوت ہے۔ **بے کار نہ رہ کچھ کیا کر کپڑے ادھیڑ کر سیا کر۔** ولایت کے غریب لوگ فرصت کے وقت میں اپنے گھروں کے آس پاس سبزی ترکاری لگاتے ہیں اپنے گھروں کو صاف کرتے ہیں پھلوں کے درخت پالتے ہیں۔ اون کے کام بناتے ہیں اور یوں بہت سا روپیہ کما لیتے ہیں اور اپنے گھروں کا آرام بڑھاتے ہیں۔

بچوں کو کچھ نہ کچھ ہنر ضرور سکھانا چاہئے۔ شروع ہی سے انکو محنت کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے کسی ہنر سکھانیوالے کے پاس بٹھانا چاہئے۔ خاصکر جوانکو چاہئے کہ وہ سکول یا کالج کی تعلیم کے ساتھ اپنے وقت کے کچھ نہ کچھ حصے کو کسی مفید ہنر کے سیکھنے میں خرچ کریں تاکہ بعد تعلیم حاصل کرنے کے اگر نوکری نہ ملے تو وہ اس کام سے اپنا روزگار پیدا کر سکیں یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ فلاں کام ہماری حیثیت یا ذات کے خلاف ہے۔ کام کرنے سے ذات نہیں بنتی بلکہ نیک یا بدعادتوں سے ذات بنتی ہے۔ کوئی کام کسی کی ذات پات کو نہیں بگاڑتا۔ ایسے لوگ جو کاموں پر لوگوں کی ذات پات کی تجویز کرتے ہیں ملک کے سخت دشمن ہیں اور ملک کی آبادی کو تباہی اور غربت کے راستے پر تیزی سے دوڑائے لئے جاتے ہیں۔

کفایت کا ٹمپرنس سے بہت گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ نشے باز کسی قسم کا کیوں نہ ہو وہ فضولخرچ ہے اور نہ صرف فضولخرچ ہی ہے بلکہ وہ آپکو اور اپنے خاندان کو اور اپنی قوم کو اور اپنے ملک کو برباد کر رہا ہے۔ گھر کی چیزوں کو برباد کرتا ہے۔ صحت و تندرستی کو برباد کرتا ہے۔ اپنی زندگی کے قیمتی وقت کو وحشیانہ دیوانگی میں اڑاتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہم ہر ایک شراب تمباکو سے پرہیز کریں۔ ان سب باتوں کو عمل میں لانا مشکل ہے۔ خاصکر اگر ہم الگ الگ کرنا چاہیں۔ اس لئے یہاں بھی کوآپریشن کی ضرورت ہے۔ ہم ملکر کام کریں۔ نہ صرف ہم انسان ایک دوسرے سے ملیں۔ بلکہ دعا کے ذریعہ سے خدا کی مدد بھی حاصل کریں۔ انگریزی میں ایک کہاوت ہے کہ

دعا کے ذریعہ سے بہت چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں ایسی کہ جنکا ہم خیال بھی نہیں کر سکتے۔

خدا قادر مطلق ہے۔ وہ عجیب و غریب کام کر سکتا ہے۔ وہ دلوں اور گردوں کو جانچتا ہے۔ اگر ہم اس سے دعا کریں تو وہ ہمارے اور سب کے دلوں کو برائی کی طرف سے پھیر سکتا ہے۔ ہم کو نیک کام کرنے کی عقل اور طاقت دے سکتا ہے۔

مرسی احمد شاہ

التماس

خریداران زرافشاں کی خدمت میں التماس ہے کہ ہر ایک سابقہ خریدار ایک نیا خریدار ضرور زرافشاں کے لئے دے۔

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر زرافشاں امپیریس روڈ لاہور کے ”پنجابی پریس“ لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا +